انجمن احیاء اللسان
طلبۂ جامعہ احیاء العلوم
کے زور قلم کا میدان
ادائے مافی الضمیر کا بے باک ترجمان
افق صحافت کا قمر یقظان.......

بیاد گار: عارف باللہ حضرت مولانا حکیم الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ
زیر سرپرستی: ماہر علم وفن حضرت مولانا عبد الوافی صاحب قاسمی زید مجدہم، نائب ناظم جامعہ

ماہنامہ
الاحیاء

زیر نگرانی: حضرت مولانا شاکر عمیر صاحب قاسمی معروفی زید مجدہم، استاذ جامعہ

مدیر
التمش ایوبی مبارک پوری، متعلم عربی چہارم

نائب مدیر
محمد انس خیر آبادی، متعلم دورہ حدیث شریف
انیس الحق بھیروی، متعلم عربی ششم

ارکان مجلس ادارت
راشد جمال ابراہیم پوری (عربی چہارم)
محمد سالم مبارک پوری (عربی سوم)
حذیفہ راوی مبارک پوری (عربی دوم)
محمد ریحان معروفی (عربی دوم)
محمد رفیع سریانوی (عربی اول)
عبد السلام سپولوی (عربی اول)

ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۷ء
جلد نمبر: ۵۲ شمارہ نمبر: ۲

﷽

انشاپردازی کی اہمیت وافادیت

اداریہ　　　**بقلم:** مدیرِ مجلّہ التمش ایوبی، متعلم عربی چہارم

الحمد لله الذي علم بالقلم، علم الإنسان مالم يعلم، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريک له الغني الأکرم، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله إلى العرب والعجم، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تمسک بهديهم الأقوم، وسلم تسليما، أما بعد:

وعظ وتقریر اور انشا پردازی کو ابلاغ واتصال کے کثیر ذرائع کے باوجود غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، جو جو قومیں اقبال مندی کے فلک کو عبور کرتی ہوئی نظر آئیں اور فتح وکامرانی سے ہم کنار ہوئیں ان میں جہاں دوسری اور صلاحیتیں موجود تھیں وہیں وہ صحافت وخطابت کی اعلی صفات کی بھی حامل تھیں، آج کے اس آرام طلبی اور تن آسانی کے دور میں اس سے نظریں بچائی جارہی ہیں، جس کا نتیجۂ بد دین بیزاری اور مغربی تہذیب وتمدن کی نقالی کی شکل میں سامنے ہے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے اور باطل کا دندان شکن جواب دینے اور اسلامی تعلیمات کی شناسی اور دعوت وتبلیغ کے فریضہ کو انجام دینے کے لئے اپنے آپ کو زبان وقلم سے مسلح کیا جائے، کیوں کہ جہاں خطابت کی اپنی ایک اہمیت ہے وہیں صحافت کی افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، اس کے ذریعہ سے ہر زمانے میں بہت سارے اہم امور انجام پاتے رہے ہیں، خطابت کے ساتھ ساتھ صحافت کی اہمیت ہر زمانے میں مسلم رہی ہے، زبان وقلم ہی دو ایسے ذریعے ہیں جن کے واسطے سے انسان اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکتا ہے، دنیا کی کوئی بھی تحریک، کوئی بھی دعوت ان کے بغیر فروغ نہیں پا سکتی۔

خطابت کے ذریعہ کسی خاص وقت میں ایک محدود خطہ ہی کو فیض یاب کر سکتے ہیں، لیکن صحافت اور مضمون نگاری ایک ایسا فن ہے کہ جس کے ذریعہ گھر بیٹھے بیٹھے اپنی تحریر کے واسطے سے بیک وقت پوری دنیا کو بہرہ ور کیا جا سکتا ہے۔

کتنے ایسے ماہر قلم کار حضرات گزرے ہیں جن کی تحریروں کا لوگوں کو شدت کے ساتھ انتظار رہا کرتا تھا اور کتنے قلم کار حضرات اس وقت بھی موجود ہیں جن کی تحریرات کے انتظار میں لوگ بیٹھے رہتے ہیں، ماضی قریب کے حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ، حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمیؒ اور حال کے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا نور عالم صاحب خلیل امینی مدظلہ وغیرہ کی تحریریں بار بار پڑھنے کے لائق ہوا کرتی ہیں، اس کا اعتراف ہر ایک کو ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان اکابر نے اپنہ قلم اپنے اساتذۂ کرام کی رہنمائی میں پختہ کرلیا تھا اور ادب کی دنیا سے وافر حصہ حاصل کرنے کے بعد اپنا لوہا منوایا تھا۔

ایک مدیر ہونے کی حیثیت سے میری شرکائے بزم احیاء اللسان سے گزارش ہے کہ اپنی تخلیقات سے مجلّہ کو زینت بخشنے میں ہمارا ساتھ ضرور دیں، اللہ کے فضل وکرم سے آپ کے اندر صلاحیت موجود ہے، بالیقین آپ لکھ سکتے ہیں، البتہ ابتدا میں آپ کو بہت کچھ پریشانیاں لاحق ہوں گی، آپ جب اپنا لکھا ہوا مضمون کسی کو بغرض اصلاح دکھائیں گے تو بسا اوقات ایسا بھی ہوگا کہ کوئی جملہ جو آپ بڑی محنت اور ذہن پر زور ڈال کر لکھے ہوں گے لیکن بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے استاذ اس کو قلم زد کردے گا، جو آپ پر کافی گراں گزرے گا، لیکن آپ ہمت نہ ہاریئے بلکہ حوصلہ بلند رکھئے، عزم کے پختہ بن کر لگے رہیئے، ان شاء اللہ آپ کی یہ محنت رائیگاں نہیں جائے گی، بلکہ ایک دن رنگ لائے گی اور آپ اس کی بدولت چوٹی کے مضمون نگار بن جائیں گے۔　اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

احیاء العلوم نے ہمیں کیا دیا؟

سیف العارفین مبارکپوری، متعلم عربی پنجم

اللہ تبارک وتعالی کے ہم لوگوں پر بے شمار احسانات وانعامات ہیں، اس کی طرف سے نعمتوں کی بارش ہر وقت ہوتی رہتی ہے، اس کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت مدارس اسلامیہ کی شکل میں ہے، یہ مدارس اسلامیہ دین اسلام کے لئے قلعے ہیں، ان اسلامی قلعوں میں ایک عظیم اور مضبوط قلعہ ہمارا اور آپ کا محبوب جامعہ ''جامعہ عربیہ احیاء العلوم'' مبارک پور ہے، جو اپنی وسیع خدمات کی بنا پر محتاج تعارف نہیں، اس جامعہ نے ہر سطح پر ایسے روشن وتابناک کارنامے انجام دئے ہیں جو تاریخ کے سفینوں میں محفوظ ہیں، میں اس موقع پر ماضی قریب میں رحلت فرمانے والی ایک عظیم شخصیت (جو اسی جامعہ کی تربیت یافتہ تھی) کا عظیم اور قابل فخر جملہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں، انہوں نے اس جامعہ کے تعارف کو دریا بکوزہ کرتے ہوئے لکھا ہے: ''**إحياء العلوم وما أدراک ما إحياء العلوم، هي نعمة كبيرة أنعم الله بها علينا وعلى المسلمين**'' [حکایت ہستی]

اس جامعہ کی بنیاد پر دادا محترم جناب حضرت مولانا الٰہی بخشؒ نے ۱۳۱۷ھ میں رکھی، حضرت والا نے اس کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے ۱۸ سال کے قیمتی اوقات قربان کردئے تھے، جس وقت جامعہ کی بنیاد رکھی گئی تھی اس وقت مبارک پور اور اس کے اطراف وجوانب اس قدر گمراہی وضلالت اور بدعات ورسومات میں گھرے ہوئے تھے جن کو گمراہی کے غار سے نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا، کیوں کہ وہ ہدایت کے راستہ سے بہت دور جا نکلے تھے، ایسے نازک وقت میں اس جامعہ نے ایسا واضح وروشن چراغ امت کو دیا جو گل کرنے کے قابل نہیں، اسی جامعہ نے سسکتی ہوئی انسانیت کو وہ مسیحا دیا جس نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر امت کے ہر کام کو انجام دیا، چنانچہ جب امت کو عظمت صحابہؓ پڑھنے سے روک دیا گیا تھا تو اسی جامعہ کے ایک عظیم فرزند نے اس پابندی کو اپنے جوتے کی نوک سے ٹھکراتے ہوئے عظمت صحابہؓ پڑھتے ہوئے شیعوں کے سینوں پر آرا چلاتے ہوئے ''احیاء العلوم'' کے صحن میں داخل ہوگئے اور آج بھی امت اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

اسی احیاء العلوم نے امت کو وہ بے مثال مفتی عطا کیا ہے جس کے فتوے ہر مکتب فکر والے ماننے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے، حتی کہ اس زمانہ میں اگر مفتیان کرام کی آراء میں اختلاف ہو جایا کرتا تھا تو یہیں کے مفتی کی رائے بالعموم راجح اور قابل عمل سمجھی جاتی تھی، جس کے شواہد یہاں دارالافتاء رجسٹر فتاویٰ میں موجود ہیں۔

اسی احیاء العلوم نے امت کو وہ قابل فخر مؤرخ اسلام دیا ہے جس نے عرب وہند کے وہ عظیم انمٹ نقوش امت کے سامنے پیش کئے جن سے سابقہ ادوار کھالی تھے، چنانچہ عرب وہند کے تعلقات اور اس کی تاریخ پر وہ بیش بہا کارنامہ انجام دیا ہے جو جلی حروف سے لکھنے کے لائق ہے، چنانچہ ایک عظیم شخصیت آپؒ کے عرب وہند کے تعلقات کی خدمات پر داد وتحسین پیش کرتی ہے اور لکھتی ہے کہ بلاشبہ قاضی اطہر صاحب نے اس سنگلاخ وادی میں تن تنہا سفر کیا ہے، لیکن جب آپ لوٹے تو اپنے ساتھ باغ وبہار کا پورا قافلہ لائے۔ (کاروان حیات)

اس احیاء العلوم نے مجاہدین آزادی کو بھی جنم دیا ہے، اسی طرح اس جامعہ کی کوکھ سے بڑے بڑے علماء، ادباء، صلحاء، اور شعراء نے بھی جنم لیا ہے، بس میں یہ کہہ کر اپنا قلم روکتا ہوں کہ

سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

حضرات صحابۂ کرامؓ معیارِ ایمان ومعیارِ حق ہیں

راشد جمال ابراہیم پوری، متعلم عربی چہارم

الحمد لله الذي هدانا للإيمان، وأنزل على رسوله القرآن، والصلاة والسلام على نبينا وحبيبنا وشفيعنا محمد بن عبد الله المبعوث إلى الإنس والجان، وعلى آله وأصحابه الذين جعلوا معيارا للإيمان ومن تبعهم بإحسان، أما بعد:

اللہ سبحانہ وتعالی نے صحابۂ کرامؓ کے ایمان کی گواہی اوران پر اپنی رضا کا اظہار ہی نہیں فرمایا بلکہ انہیں معیار قرار دیتے ہوئے ان کے جیسا ایمان لانے کا حکم فرما ہے:"فإن آمنوا بمثل ما آمنتم فقد اهتدوا"، پھر اگر وہ اس چیز پر اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہوتو وہ بالیقین ہدایت پر ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کے ایمان کونمونہ ہی نہیں قرار دیا گیا بلکہ ان کے ایمان پر لب کشائی کرنے والوں کی منافقت وسفاہت پر بھی مہر ثبت کردی گئی، ارشاد ربانی ہے:"وإذا قيل لهم آمنوا كما آمن الناس قالوا أنؤمن كما آمن السفهاء، ألا إنهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون" اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے بیوقوف ایمان لائے ہیں، سن لو بیشک وہ خود ہی بیوقوف ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے۔

ان ہی منافقوں کے ایک سرغنے نے صحابۂ کرامؓ کے بارے میں کہا کہ ہم مدینہ سے ان ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے، جس کے جواب میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: "ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين، ولكن المنافقين لايعلمون".

اورعزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اوراس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے، لیکن منافق نہیں جانتے۔

اللہ تعالی نے صحابۂ کرامؓ کے ایمان کو معیار ہی نہیں قرار دیا بلکہ ان کے مسلک وموقف کو"معیاری راستہ" قرار دیتے ہوئے ان کی مخالفت کرنے والوں کو سخت ترین وعید بھی سنائی ہے، ارشاد ربانی ہے:"ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وساءت مصيرا".

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت خوب واضح ہوچکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور راستہ) کی پیروی کرے، ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے، وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

یہاں "سبيل المؤمنين" سے مراد اول وہلہ میں صحابۂ کرامؓ کا راستہ اور طریقہ ہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے طریقہ سے جدا طریقہ اختیار کرنا سراسر ضلالت اور جہنم کا راستہ ہے، حدیث میں بھی گمراہی سے بچنے کا معیار بیان ہوا ہے:"ما أنا عليه وأصحابي" یعنی جس پر میں (رسول اللہ ﷺ) اور میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔

لہذا ہمیں چاہئے کہ صحابۂ کرامؓ کو معیار حق اور معیار ایمان سمجھتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی حتی المقدور کوشش کریں اوران قدسی صفات، برگزیدہ شخصیات پر لب کشائی کہ ہرگز جرأت وجسارت نہ کریں۔

اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے، آمین۔



صداقت کامیابی کا اولین زینہ ہے

محمد حنظلہ پورہ دلہن مبارکپور، متعلم عربی سوم

الحمد لله الذي قال في كتابه: كونوا مع الصادقين، والصلاة والسلام على رسوله الذي قال: إن الصدق يهدي إلى البر، وعلى آله وأصحابه الذين كانوا من الصادقين، أما بعد:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کو قرآن مجید میں سچوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، ارشاد باری عزاسمہ ہے: "يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين"۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، تقوی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

دوسری جگہ صداقت وسچائی کی بہتری بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "فلو صدقوا لكان خيرا لهم" یعنی اگر وہ سچ بولتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔

خود رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ صداقت وسچائی کا آئینہ دار تھی، بعثت سے پہلے ہی آپ ﷺ نے اپنی صداقت وسچائی کا جھنڈا اہل مکہ کے دلوں میں نصب کر دیا تھا، بچپن ہی میں آپ ﷺ کو صادق وامین کا لقب مل چکا تھا، نبوت کے بعد بھی کفار آپ ﷺ کی صداقت وعدالت، صفائی وپاکبازی اور وعدہ وفائی میں رطب اللسان تھے۔

یہ آپ ﷺ کی سچائی اور خوش خلقی کا نتیجہ تھا کہ اسلام قلیل عرصہ میں پھیلا اور پھیلتا ہی گیا۔

صداقت کامیابی کا اولین زینہ ہے، جس نے اس کو اختیار کیا گویا اس نے کامیابی کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔

سچ بولنے سے انسان کو نجات ملتی ہے اور سچ بول کر انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے، اور سچے لوگوں کی ہر شخص عزت کرتا ہے، اس کے برخلاف جھوٹا شخص ہمیشہ ذلیل وخوار رہتا ہے اور اس کی لوگوں کی نگاہ میں کوئی عزت ووقعت نہیں رہتی ہے۔

جس شخص کے اندر سچائی نہ ہو وہ مثل حیوان ہے، بلکہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

حضور ﷺ نے مختلف مقامات اور مختلف حالات میں مختلف الفاظ کے ساتھ صداقت کی اہمیت وحقیقت کو امت کے سامنے واضح طور پر پیش کیا ہے، چنانچہ ارشاد نبوی ہے: "تحروا الصدق وإن رأيتم فيه الهلكة، فإن فيه النجاة، واجتنبوا الكذب وإن رأيتم أن فيه النجاة، فإن فيه الهلكة". (أورده علاء الدين علي المتقي الهندي في كنز العمال مرسلا)

مطلب یہ ہے کہ بہر صورت صداقت وسچائی کو لازم پکڑو، اگر چہ بظاہر اس میں تمہیں ہلاکت دکھے، کیوں کہ اس میں نجات ہے، اور جھوٹ سے بچو، گو کہ تمہیں اس میں نجات نظر آوے، کیوں کہ اس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ (اس روایت کو علاء الدین علی متقی ہندی نے کنز العمال کے اندر مرسلا نقل کیا ہے)

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "إن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وإن الرجل ليصدق حتى يكون صديقا، وإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذّابا". (البخاري ومسلم)

حدیث بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی راہ ہے، اور انسان سچ بولتے بولتے اللہ کے دربار میں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور جہنم کی راہ ہے، اور انسان جھوٹ بولتے بولتے جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ صداقت وسچائی کو لازم پکڑیں اور جھوٹ سے کلیۃً اجتناب کریں۔

﷽

زبان کی حفاظت کیجئے

ابو فضیل مبارک پوری، متعلم عربی سوم

اللہ تبارک وتعالی نے اس دنیائے آب وگل میں انسان کو وجود بخشا اور اس کو ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز کیا، جیسے کام کرنے کے لئے ہاتھ دیا، چلنے کے لئے پیر، سننے کے لئے کان، سونگھنے کے لئے ناک، اور اسی طرح سوچنے کے لئے دل ودماغ دیا، پس ہم پر ان کا شکر ادا کرنا اور ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالی کی انہیں عطاء کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت زبان ہے، جس سے ہم کھاتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں، پس جس طرح اللہ تبارک وتعالی کی دوسری نعمتوں کا شکر ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح زبان کی نعمت کا شکر ادا کرنا اور اس کا صحیح استعمال کرنا بھی ضروری ہے۔

زبان کا شکر یہ اور اس کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کریں، اگر کسی سے بات کریں تو اچھی بات کہیں، بری بات کہنے سے اجتناب کریں، کسی کی عیب جوئی نہ کریں، نہ کسی کو گالی دیں اور نہ کسی کا مذاق اڑائیں؛ کیوں کہ یہ سب ایسے امور ہیں جن سے احادیث میں منع کیا گیا ہے اور کامل مسلمان اس شخص کو کہا گیا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے، حدیث شریف میں ہے: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (رواه البخاري) یعنی کامل مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

یہ زبان ایسی ہے جو ہر صلاح وفساد کی جڑ ہے، زبان ہی کے ذریعہ ایک آدمی دوسرے آدمی کا دوست اور دشمن بن سکتا ہے، اس لئے کہ میٹھی بول بولنے والے کے بہت سے دوست ہوتے ہیں اور بدگو سے لوگ ملنا بھی پسند نہیں کرتے اور زبان ہی کے ذریعہ جنت وجہنم کے فیصلے ہوتے ہیں یعنی اگر آدمی اپنی زبان کا صحیح استعمال کرے گا تو جنت کا حق دار ہوجائے گا اور اگر صحیح استعمال کے بجائے غلط استعمال کرے گا تو جہنم اس کا ٹھکانہ بن جائے گا، حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله لا يُلقِي لها بالاً يرفعه الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يلقي لها بالا يَهْوِي بها في جهنم".

یعنی کوئی بندہ اللہ تعالی کی خوشنودی کی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کی وہ کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا، تو اللہ تعالی اس کے ذریعہ جنت میں اس کے درجات بڑھا دیتے ہیں، اسی طرح کوئی بندہ اللہ تعالی کی ناراضگی کی کوئی بات کہتا ہے جس کی اس کو کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی ہے، تو اللہ تعالی اس کے سبب اس کو جہنم میں گرا دیتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت یا جہنم کا فیصلہ آدمی کی بات پر بھی ہوسکتا ہے؛ لہذا ہمیں چاہئے کہ زبان کا صحیح استعمال کریں۔
اللہ تعالی زبان کی حفاظت کرنے اور اس کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین۔

برکاتِ احترامِ آلاتِ علم

محمد سرور غازی پوری، متعلم دورۂ حدیث شریف

آلات علم کا ادب واحترام کرنے سے علم میں برکت ہوتی ہے اور علم حقیقی حاصل ہوتا ہے، نیز قوتِ حافظہ میں اضافہ ہوتا ہے، آلاتِ علم میں کتابیں، درسگاہیں، قلم، کاپیاں، تپائیں اور اساتذۂ کرام سبھی داخل ہیں، سب کا ادب واحترام کرنا چاہئے، ایسی بہت سی عظیم ہستیاں گزری ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آلاتِ علم کا ادب واحترام کرنے کی وجہ سے ہی بے مثال قوتِ حافظہ سے نواز رکھا تھا، جن میں سے محدث جلیل حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ذاتِ گرامی ہے، آپ کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ جو چیز آپ ایک مرتبہ دیکھ لیتے یا پڑھ لیتے تھے **چالیس سال تک اس کو بھولتے نہیں تھے**، بڑا غضب کا آپ کا حافظہ تھا، کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا حافظہ اتنا مضبوط کیسے ہے؟ **تو آپ نے فرمایاکہ دو چیزیں ہیں جن کی میں ہمیشہ سے پابندی کرتا چلا آرہا ہوں:**

(۱) گناہوں سے بچنا۔

(۲) آلاتِ علم کا ادب واحترام کرنا۔

حضرت کشمیریؒ کتابوں کا ادب واحترام تو اس قدر فرماتے تھے کہ اگر حاشیہ الٹا لکھا ہوتا تو خود اٹھ کر گھوم کر کے حاشیہ پڑھتے تھے، کتاب کو گھماتے نہیں تھے، پھر واپس سیدھے بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے، یعنی خود کتاب کے تابع بن جاتے تھے کتاب کو اپنے تابع نہیں کرتے تھے، نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے پوری زندگی کسی بھی کتاب حتی کہ کاغذ کو بھی بلا وضو نہیں چھویا، ہمیشہ باوضو ہو کر کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اسی ادب کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ نے بے مثال حافظہ عطا فرمایا تھا۔

حدیث میں ہے: الوضوء سلاح المؤمن، وضو مومن کا ہتھیار ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اسلامی کتابوں کا مطالعہ باوضو ہو کر کیا جائے، تاکہ علم میں برکت آئے۔

نیز اساتذۂ کرام کا ادب واحترام کرنے سے بھی علم آتا ہے اور بڑھتا ہے اور علم وعمل میں ترقی ملتی ہے، جس طرح والدین کی بے ادبی کرنے والے کو علم وعمل سے محرومی ہاتھ لگتی ہے اسی طرح اساتذہ کی بے ادبی سے بھی علم سے محرومی ہو جایا کرتی ہے کیون کہ اساتذہ بھی ہمارے روحانی والدین ہیں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جو طلبہ اپنے اساتذہ کا ادب واحترام نہیں کرتے اور ان کی کہی ہوئی باتوں پر عمل نہیں کرتے پھر وہ چاہے جتنے ہی ذہین وفطین کیوں نہ ہوں کسی نہ کسی طرح علم دین سے محروم ہو جاتے ہیں اور اگر کچھ پڑھ بھی لیں تو ان کے علم سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے اساتذہ کا بھی تہِ دل سے ادب کیا جائے، ادب کی وجہ سے انسان کو وہ کچھ مل جاتا ہے جو بعض اوقات بڑے بڑے مجاہدے کرنے سے بھی نہیں مل پاتا، علم حاصل کر کے ادب نہ آئے تو اس علم کا کوئی فائدہ ہی نہیں، باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔



خلیفۂ ثانی سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے مختصر حالات

محمد ریحان معروفی، متعلم عربی دوم

آپ کا اسم گرامی عمر ہے، لقب فاروق اور کنیت ابوحفص ہے، ولادت سراپا بشارت آپ کی واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی، آپ کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی ہوئی، رنگ آپ کا سفید مائل بہ سرخی تھا؛ مگر عام الرمادہ نام کے قحط میں ناموافق غذا کے استعمال کی وجہ سے رنگ مبارک میں سیاہی آگئی تھی، رخساروں پر گوشت کم تھا، آپ کا قد مبارک دراز تھا، جب لوگوں کے درمیان کھڑے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے معلوم ہوتا گویا سواری پر بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بہادر اور بڑے طاقتور تھے، آپ کے مسلمان ہوجانے سے دین اسلام کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی، اپنی خلافت میں جس قدر دین اسلام کی خدمت واشاعت کی اور جیسی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی، تواضع کی صفت آپؓ میں اس قدر تھی کہ اس کا اندازہ کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے یکہ عرب وعجم کا بادشاہ، بلکہ بادشاہوں کا فرماں روا اور اس میں اس قدر تواضع اسی واقعہ سے اندازہ لگایئے کہ آپؓ کے اندر کس قدر تواضع تھا کہ خلیفہ ہونے کے بعد جب منبر پر گئے تو منبر کے اس زینے پر بیٹھے جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے لوگوں نے کہا کہ اوپر بیٹھئے تو فرمایا میرے لئے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل جائے جہاں صدیق کے پاؤں رہتے تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو شروع شروع میں لوگوں نے آپ کو خلیفۂ رسول کہنا چاہا تو فرمایا میں اس قابل نہیں اور اپنے لئے ایک سادہ لفظ "امیر المؤمنین" پسند فرمایا، یہ لفظ سب سے پہلے آپ ہی کے لئے استعمال ہوا۔ کھانا کھانے کا حال یہ تھا کہ کوئی ادنیٰ شخص بھی اس کھانے کو برغبت نہ کھا سکتا تھا۔ ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آپؓ کے پاس آئے جس میں حضرت جریر بن عبد اللہ بھی تھے، ان لوگوں سے آپؓ کا کھانا نہ کھایا گیا۔ نماز میں کشوع وتواضع اور توجہ الی اللہ کی بڑی تاکید فرماتے تھے، جس وقت زخمی ہوئے فجر کی نماز کا وقت تھا، کسی نے کہا کہ امیر المؤمنین کی آج فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے، بیہوش تھے مگر یہ آواز سنتے ہی آنکھ کھول دی اور فرمایا: مجھے جلدی نماز پڑھاؤ، جس کی نماز جاتی رہی اس کا کچھ حصہ اسلام میں نہیں۔ نماز تراویح کی بنیاد تو خود رسول اللہ ﷺ نے ڈالی مگر اس کی ترویج اور اس میں ختم قرآن کا سلسلہ آپؓ سے انجام کو پہنچا، حضرت علیؓ رمضان میں فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ اس کی قبر کو روشن کر جس نے ہماری مسجدوں کو روشن کردیا۔ ایران، روم وشام جیسے بڑے بڑے ممالک آپؓ ہی کے دور خلافت میں فتح ہوئے۔ بالآخر ۲۷ ذی الحجہ کو ابو لؤلؤ مجوسی کے ہاتھوں فجر کی نماز میں زخمی ہوئے اور پانچویں دن یکم محرم یکشنبہ کو رحلت فرماگئے، رضی اللہ عنہ، حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور خاص روضۂ نبوی میں حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ اللہ تعالی ہم سب کو آپؓ کے نقش قدم پر چل کر اپنی رضا حاصل کرنے والا بنائے، آمین۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے مختصر حالات

محمد سہراب ارریاوی، متعلم عربی چہارم

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی ولادت باسعادت ضلع سہارنپور کے قصبہ گنگوہ میں ہوئی، آپ کے والد محترم کا نام ہدایت احمد تھا، آپ کا سلسلۂ نسب صحابیٔ جلیل حضرت ابوایوب انصاریؓ سے جاملتا ہے، آپ نے گنگوہ میں ہی عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کی، ۱۲۶۱ھ میں دہلی کا سفر کرکے حضرت مولانا مملوک علیؒ کی خدمت میں پہنچے، قاسم العلم والخیرات حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ آپ سے پہلے پہنچ چکے تھے اور ان دونوں حضرات کو بڑا کمال حاصل تھا، حضرت مولانا مملوک علی صاحب ان دونوں سے کافی محبت کرتے تھے، ذہانت وذکاوت میں دونوں کافی مشہور ہوگئے تھے۔ آپ نے علم حدیث حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلویؒ سے حاصل کیا، اکیس سال کی عمر میں آپ تمام علوم وفنون کو حاصل کرکے اپنے وطن لوٹے، ایک مرتبہ آپ تھانہ بھون آئے اور زبدۃ السالکین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دل میں بیعت کا ارادہ پیدا ہوگیا، اور آپ نے حاجی صاحب سے بیعت کرنے کی درخواست کی تو حاجی صاحب نے پہلے انکار کیا، بعد ازاں حافظ ضامن شہیدؒ کی سفارش پر بیعت کیا، بیعت کے بعد آپ نے ذکر وشغل کو شروع کیا، آٹھویں دن حاجی صاحب نے آپ کو بلا کر کہا کہ رشید احمد جو میں نے نعمت حق آپ کو دی ہے اس کے ذمہ دار آپ ہیں، اور اس کو ترقی دینا اور پھیلانا آپ کا کام ہے، بیالیس دن حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ نے اپنے وطن واپسی کی اجازت چاہی، حضرت حاجی صاحب نے آپ کو خلافت اور اجازت بیعت دے کر رخصت کیا، گنگوہ واپس آکر آپ نے خانقاہ عبد القدوس گنگوہی کو جو تین سو سال سے ویران اور خستہ حال پڑی تھی مرمت کرکے آباد کیا۔ آپ اپنے مالک حقیقی کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کرتے تھے اور راتوں و دن ذکر وشغل میں مشغول رہتے تھے، چنانچہ جو لحاف آپ اوڑھا کرتے تھے وہ باران اشک سے تر ہوجایا کرتا تھا، آپ اپنے وقت کے بڑے فقیہ، محدث اور امام تھے، آپ کو تمام علوم وفنون میں کمال حاصل تھا، آپ کے فیض وبرکات سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا، آپ سے ایک تشنہ عالم سیراب ہوا جس کا مبارک سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔